پیش کش کو زیادہ بہتر بنانے کی گنجایش موجود ہے۔ تاہم، جماعت اسلامی کراچی مبارک باد کی مستحق ہے کہ متعدد تحقیقی اداروں کی موجودگی کے باوجود اس کی سرپرستی سے یہ منصوبہ رُوبہ عمل آیا ہے۔ کتاب کا پیش لفظ جناب سیّد منور حسن نے تحریر فرمایا ہے۔ (سلیم منصور خالد)

دارالعلوم حقانیہ اور ردِ قادیانیت، مرتبہ: انعام الرحمٰن شانگلوی، محمد اسرار مدنی۔ ناشر: مکتبہ حقانیہ، جی ٹی روڈ، اکوڑہ خٹک (کے پی کے)۔ برقی پتا: editor_alhaq@yahoo.com۔ صفحات: ۶۱۰۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

برطانوی سامراج نے غلام ہندستان میں جہاں بہت سے فتنوں کو ہوا دی، وہیں ایک بڑا فتنہ قادیانیت کی صورت میں کاشت کیا۔ علماے حق نے ابتدا ہی میں اسے پہچان لیا اور علمی و مکالماتی سطح پر مقدور بھر اس کا رد بھی کیا۔ تحفظ ختم نبوت کے اس شعور نے علما کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ دانش وروں کی غیرت دینی کو بھی بیدار کیا۔ جن میں نمایاں ترین نام علامہ محمد اقبال کا ہے، جنھوں نے فیصلہ کن انداز میں جعلی نبوت کی تردید فرمائی۔

زیرنظر کتاب اس اعتبار سے ایک مبارک کاوش ہے کہ جس میں شمالی پاکستان (خیبر پختونخوا) کے معروف دارالعلوم کی ان علمی، تحقیقی، مجلسی اور صحافتی سرگرمیوں کو یک جا پیش کر دیا گیا ہے، جن میں ختم نبوت کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہر اہم لمحے کے دوران بروقت گواہی دی گئی۔

کتاب کے سات ابواب میں قادیانیت کی مذہبی، سیاسی اور سازشی حرکات کی مدلل طریقے سے تردید کی گئی ہے اور مثبت انداز سے قوم کی رہنمائی کی گئی ہے کہ وہ اس حساس مسئلے کو کن پہلوؤں سے سمجھیں اور بیدار رہیں۔

زیرنظر کتاب میں بعض ایسی معلومات افزا تفصیلات درج ہیں جن سے آج کے بیش تر قاری ناواقف ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے: عوامی نیشنل پارٹی کے لیڈر عبدالولی خاں نے ۱۹۸۵ء میں کہنا شروع کیا کہ ''ہم قادیانیوں کو غیرمسلم قرار دینے کے حامی نہیں تھے''۔ حالاں کہ ان کا یہ دعویٰ غلط بیانی ہے، کیوں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے سے متعلق جو ترمیمی بل ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ میں پاس ہوا، اس پر عبدالولی خاں پارٹی کے نمایندے غلام فاروق خاں صاحب نے پارٹی کی نمایندگی کرتے ہوئے دستخط کیے تھے۔ انگریز حکومت، قادیانیت کی سرپرستی اس نسبت

سے کرنے میں سرگرم تھی کہ اس کے ہاتھوں جہاد کو منسوخ کرنے کا جھوٹ گھڑ کر برطانوی سامراج کو مذہبی حوالے سے قابلِ قبول بنانے میں رول ادا کرے۔ ہندستان ٹائمز (یکم جنوری ۱۹۸۶ء) نے لکھا تھا کہ خان عبدالغفار خاں (باچا خان) کے والد بہرام خاں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حُریت پسندوں کے مقابلے میں انگریزوں کا ساتھ دیا اور اس کے بدلے میں بھاری جاگیر حاصل کی (ص ۵۷۸)۔ انھی کے پڑپوتے اسفندیار آج خیبر پختونخوا میں پشتون قوم پرستی اور سیکولرزم کے نعروں کے ساتھ سرگرمِ کار ہیں۔ (سلیم منصور خالد)

کلیاتِ لالہ صحرائی، مصنف: لالہ صحرائی۔ ناشر: لالہ صحرائی فاؤنڈیشن، ملتان بہ اشتراک نعت ریسرچ سنٹر، کراچی۔ ملنے کا پتا: کتاب سرائے، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۱۰۷۶۔ قیمت: ۱۵۰۰ روپے۔

لالہ صحرائی دورِ حاضر کے معروف نثرنگار تھے۔ افسانوی اور غیرافسانوی ادب کی مختلف اصناف میں بیسیوں نگارشات ان کے قلم سے نکلی ہیں۔ آخری عمر میں ان کی بڑی آرزو تھی کہ وہ نعت کے ذریعے آں حضوؐر کو ہدیۂ عقیدت پیش کرسکیں۔ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ ۱۹۹۵ء میں جب وہ عمر کے ۷۰ ویں سال میں تھے، اُن پر نعتوں کا نزول ہوا اور پھر انھوں نے اتنی تیزی کے ساتھ نعتیں اور نعتیہ غزلیں، اور نعتیہ مثنویاں اور حمدیں لکھیں کہ تقریباً ہر سال اُن کا ایک مجموعہ تخلیق ہوجاتا تھا۔

جناب لالہ صحرائی اِس اعتبار سے خوش قسمت انسان تھے کہ انھیں ستّر برس کی عمر میں نعت گوئی کی توفیق ارزانی ہوئی۔ پھر وہ خوش بخت ہیں کہ اُن کے لائق بیٹے ڈاکٹر نوید احمد صادق اور جاوید احمد صادق اپنے والد کی شاعری کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے رہے۔ اب اس جملہ شعری ذخیرے کو کلیاتِ لالہ صحرائی کے عنوان سے مرتب کر کے انھوں نے شائع کر دیا ہے۔

چند برس پہلے لالہ صحرائی کی شخصیت اور ان کے فکروفن پر مضامین کے دو مجموعے یادنامۂ لالہ صحرائی، تذکرۂ لالہ صحرائی شائع ہوچکے ہیں۔ زیرنظر کلیات میں پندرہ کتابیں شامل ہیں۔ لالہ صحرائی کا ایک مجموعہ نعت وہُلارے پنجابی میں ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی شاعری کی۔ گل ہاے حدیث، ایک سو سے زائد منتخب اور مختصر احادیث کا منظوم ترجمہ ہے۔ یہ سب چیزیں زیرنظر کلیات میں شامل ہیں۔ اِس طرح یہ کلیات بقول ''پیش گفتار نویس (ڈاکٹر خورشید رضوی) لالہ صحرائی کی شعری متاع کی بھرپور نمایندگی کرتی ہے''۔ معروف نعت گو اور نقاد ڈاکٹر ریاض مجید